حوالہ جات

(۱)محبوب ظفر، پاکستان ادب کے معمار احمد فراز شخصیت اور فن، ص ۱۶۹

(۲)طارق نعیم، نذہت اکبر (مدیر)، کتاب بیادِ احمد فراز (رسالہ) جلد ۴۱- ۴۰ ص ۲۹

www.bazm.urduanjuman.com(۳)

(۴)اشفاق حسین، احمد فراز یادوں کا ایک سنہرا ورق، ص ۱۲۰- ۱۱۹

(۵)ساجدہ اقبال سید (چیئرپرسن) ماہِ نو (رسالہ) ص ۳۳۰

(۶)ساجدہ اقبال سید (چیئرپرسن) ماہِ نو (رسالہ) ص ۲۶۵

(۷)ساجدہ اقبال سید (چیئرپرسن) ماہِ نو (رسالہ) ص ۱۴

(۸)محبوب ظفر، احمد فراز ز شخصیت اور فن، ص ۵۶

کتابیات

(۱)اشفاق حسین "احمد فراز یادوں کا ایک سنہرا ورق" وجدان پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۹ء

(۲)محبوب ظفر، "پاکستانی ادب کے معمار احمد فراز شخصیت اور فن" اکادمی ادبیات اسلام آباد اشاعت دوم ۲۰۱۶ء

(۳)محبوب ظفر "احمد فراز شخصیت اور فن" اکادمی ادبیات اسلام آباد اشاعت اول ۲۰۰۶ء

اردو رسائل

(۱)ساجدہ اقبال سید چیئرپرسن "ماہِ نو"

(۲)طارق نعیم، نذہت اکبر (مدیر) "کتاب بیادِ احمد فراز" جلد ۴۱-۴۰، ۵۷- ۵۶ شادمان لاہور اکتوبر ۲۰۰۸ء تا اپریل ۲۰۰۹ء

میں ۷ ۴۲اور آخری مجموعہ کلام میں سب مجموعہ ہائے کلام سے زیادہ ۹۱غزلیں درج ہیں۔ ان تمام غزلوں میں احمد فراز کی فنی پختگی نمایاں ہے۔ ان کی غزلوں میں کم و بیش وہی تراکیب نئے انداز سے استعمال ہوئی ہیں جو غالب اقبال اور فیض کے ہاں ملتی ہیں مثلاً گرمیِ بازار، دستِ صبا، سلاسل، زنداں، دارورس، تیر و تلوار، متاعِ نیاز، قفس، پیرہن، بدن، شب وغیرہ۔ ان کی غزلوں میں حوصلہ اور امید بھی ہے ان کے ہاں جذبہءِ حریت کا وقار ظلم و جبر کے خلاف نبرد آزما نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان کا تخلیقی سفر جمہوری انقلابیت کے سائے میں جاری وساری رہا۔ ان کی غزلیں مرصع سازی کا بہترین شاہکار ہیں ان کے الفاظ شعر میں انگوٹھی میں نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں جن میں ایک لفظ کے ردوبدل کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ فراز بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ فرکی اور تخلیقی حسین امتزاج ان کی غزلوں کو رنگین پیرہن عطا کرتا ہے۔ ان کی گزلوں کا فنی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی فنی پختگی اور ہنر مندی کو ثابت کیا ہے ان کی غزلیں اپنے عہد کا منظر نامہ پیش کرتی ہیں اور قوم پرستی اور تنگ نظری سے بالاتر ہیں اور انسان دوسری کی امین ہیں۔ ان کی غزلیں محسوسات کا عکس ہیں۔ داخلی اور خارجی کیفیات کو انہوں نے اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے ان کی غزلیں سچائی اور شجاعت کی امین ہیں۔ وہ ایک ترقی پسند شاعر ہیں وہ معاشرتی بدحالی اور انسانی معاشرے میں انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کا استحصال دیکھ کر آزردہ نہیں ہوئے بلکہ درخشاں مستقبل کی امید دلارے ہیں۔ ان کی غزلوں میں حقیقت نگاری ملتی ہے۔ غاصب حکمرانوں کے خوف سے انہوں نے جھوٹ اور منافقت کا سہارا نہیں لیا نہ ہی مصلحت کوشی سے کام لیا۔ ان کی غزلوں کے اشعار میں بھی جرأت و بہادری کی جھلک ہے۔ احمد فراز کی غزلیں طاہر کرتی ہیں کہ انہیں اظہار و بیان اور زبان پر عبور حاصل ہے حالانکہ ان کی مادری زبان پشتو تھی مگر اردو زبان پر انہیں کمال قدرت حاصل تھی جو اہل زبان شعراء کو بھی کم حاصل ہوتی ہے۔ الغرض احمد فراز کی غزلیں عمدہ اشعار کا رنگین پیرہن لئے ہوئے گزل گوئی نے ہی احمد فراز کو زیادہ شہرت و مقبولیت عطا کی۔

لب کشالوگ ہیں، سرکار کو کیا بولنا

اب لہو بولے گا تلوار کو کیا بولنا

جب ہر اک شہر بلاؤں کا ٹھکانہ بن جائے

کیا خبر کون کہاں کس کا نشانہ بن جائے

فراز کی غزلوں میں ''تنہا تنہا'' سے لے کر اُن کے آخری مجموعہ کلام ''اے عشق جنوں پیشہ'' میں تمکنت اور دلنشی یکساں ہے 60 برس تک خوبصورت شاعری کرنے والے شاعر نے تسلسل کے ساتھ غزل کو نکھارا ان کی غزلوں میں نئے افکار مچلتے جذبات خوبصورت احساسات و جذبات اور بولنے، الفاظ کے دھنک رنگ موجود ہیں۔ وہ ہمارے معاشرتی حالات و واقعات ظلم و جبر اور استبداد سے ہمیں آگاہ کرتے ہیں ان حالات میں بولنے والے کی زبان تک کاٹ دی جا سکتی ہے۔ بقول فتح محمد ملک۔۔۔
'' احمد فراز اس عذاب الیم سے ہمیں ڈرانے میں مصروف ہے جو ہمارے دروازوں اور ہماری سرحدوں پر دستک دے رہا ہے موجودہ حالات میں سچے شاعر کا فریضہ یہی ہے اور فراز نے یہ فریضہ موجودہ ماحول میں ٹھان رکھی ہے۔ ۷

ان کی غزل دلوں کو شادو آباد رکھتی ہے۔ اہل دلی عشق و محبت کے اظہار کے لئے فراز کی غزلوں کے اشعار استعمال کرتے ہیں گانے والے انہیں اپنا محسن مانتے ہیں یہ ان کا طرہ امتیاز ہے کہ جب تک اردو ہے احمد فراز اور اُن کی غزل زندہ ہے انہوں نے اردو شعری روایت کو انہی غزلوں کے ذریعہ کمال ہنر مندی سے آگے بڑھایا محبوب ظفر لکھتے ہیں میں سمجھتا ہوں۔
''اردو غزل اس بات پر فخر کر سکتی ہے کہ اُسے فراز جیسا شاعر نصیب ہوا ہے بڑی حیران کن بات ہے کہ محبت جیسے قدیم موضوع کو بھی فراز نے تازگی اور وسعت دی ہے ان کی غزل میں ایک تمکنت اور شکوہ ہے وہ جس طرح غزل کے دشوار گزار راستے سے گزرے ہیں ان کے شعر خود ہی اس کی گواہی دے رہے ہیں فراز نے اردو شاعری کو جتنے زیادہ اور اچھے شعر دیئے وہ شاید ہی کسی اور شاعر کے حصے میں آئے ہوں۔'' ۸

الغرض فراز کی غزلیں اپنے انداز ہر خصوصیت کا بحر بیکراں لئے ہوئے ہیں ان کی غزلوں میں زندگی کے بارے میں وسیع تر اخلاقی اور سیاسی نقطہ نظر موجود ہے۔ احمد فراز کی غزلوں میں رومانیت، احتجاج مزاحمت اور انقلاب کا رنگ نمایاں ہے اور غزلوں کے مطلع بھی انتہائی جان دار ہیں ان کی غزلوں میں غنائیت اور ردھم بھی ہے اور مترنم ردیفوں کا استعمال کر کے انہوں نے غزلوں کو موسیقیت عطا کی ہے۔ الفاظ کا چناؤ انتہائی سلیقے اور قرینے سے کیا گیا ہے اور زبان سادہ اور سہل ہے جو عام قاری اور سامع کے لئے زود فہم ہے۔ انہیں ذخیرہ الفاظ پر بھی عبور حاصل ہے غزلوں میں تشبیہات اور استعارے بھی استعمال کیے گئے ہیں اور علامت نگاری بھی ملتی ہے۔ ان کی غزلوں میں عیوب شاعری نہیں ہے۔ کلاسیقیت اور جدت پسندی کے حسین امتزاج سے انہوں نے غزلیں تخلیق کی ہیں۔ محبت جیسے قدیم موضوع کو اور روایتی موضوع کو انہوں نے ندرت بخشی ہے۔ ان کی رومانوی غزلوں میں عامیانہ پن اور سطحی انداز نہیں ہے۔ ان کے تمام مجموعہ ہائے کلام میں چھپنے والی کل گزلوں کی تعداد ۵۱۷ ہے۔ بالترتیب پہلے مجموعہ کلام میں ۴۲ دوسرے میں ۴۴ تیسرے میں ۲۸ آٹھویں میں ۴۵ دسویں میں ۴۹ بارہویں میں ۴۰ تیرھویں میں ۳۷، کلیات

احمد فراز کے غزلیں مرصع سازی کا بہترین شاہکار ہیں۔ ان کے اشعار الفاظ کے زیور سے آراستہ ہو کر دیدہ زیب نظر آتے ہیں الفاظ کے چناؤ میں مہارت کی وجہ سے شعر کی لفظی کیفیات موزونیت قاری کو لطف اندوز کرتی ہے اُن کے اشعار میں استعمال ہونے والا ہر لفظ منہ بولتی تصویر بن جاتا اور اُن کے الفاظ شعر کی انگوٹھی میں نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں احمد ندیم قاسمی نے احمد فراز کی غزل گوئی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"احمد فراز کی غزل دراصل صنفِ غزل کی تمام روشن روایات کے جدید اور سلیقہ مندانہ اظہار کا نام ہے اس کا ایک ایک مصرع ایسا گٹھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک لفظ کی تبدیلی کی گنجائش بھی باقی نہیں چھوڑتا اس کی غزل تکمیل (Perfection) کی انتہا ہے" ۵

فراز کیا اشعار میں تلخی اُن کی صداقت اور خلوص کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کیونکہ سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے اس کا لہجہ تلخ اور بلند آواز ہوتی ہے فراز کا سچائی پر مکمل ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے ارد گرد کسانوں کی زبوحالی، مزدوروں کی عزت مظلوموں کی بے بسی، تنگدستوں اور فاقہ کشوں کی لفظی تصویر کشی بھی اپنے اشعار میں کی ہے اور الفاظ اسقدر دل سوز ہیں کہ اُن کو پڑھ کر سنگ دل شخص بھی اشکبار ہو جاتا ہے۔

احمد فراز کی غزلوں کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا بنیادی اسلوب استعاراتی اور علامتی ہے ان کے استعارات میں معاشرتی، سیاسی تہذیبی اور عشق و محبت کا عکس ہے اور ان کے استعالات میں فنی رعنائی اور رومانیت کے علاوہ زندگی کے تلخ حقائق کی بھی تصویر کشی کرتے ہیں مثلاً

چھاؤں میں بیٹھنے والے ہی تو سب سے پہلے

پیڑ گرتا ہے تو آجاتے ہیں آرے لے کر

احمد فراز بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں وہ اپنی غزلوں میں باطنی زندگی کی ترجمانی اور عکاسی کرتے ہیں فکری اور تخلیقی فنوں کا حسین امتزاج اُن کی غزلوں کو رنگین پیراہن عطا کرتا ہے۔ وہ ایک ترقی پسند شاعر ہیں وہ معاشرتی بدحالی انسانی معاشرے میں انسانوں کے ہاتھوں انسانون کو استحصال دیکھ کر آرزوہ ہوتے ہیں نہ مایوس ہوتے ہیں بلکہ وہ درخشاں مستقبل کی اُمید دلاتے ہیں اُن کی غزل سچائی اور شجاعت کی امین ہے انہوں نے حقیقت نگاری کو اپنا شیوہ بنایا اور غاصب حکمرانوں کے خوف سے انہوں نے کبھی جھوٹ اور منافقت کا سہارا نہیں لیا انہوں نے اہل وطن کی بے بسی و بے کسی کی زندگی کے غم کو اپنا غم سمجھ لیا اس سلسلے میں فیض احمد فیض لکھتے ہیں۔

"بیک وقت غم جاناں اور غم دوراں کی وسیع دنیاؤں سے آگہی اور اس کی تفسیر مشکل کام ہے لیکن احمد فراز اس کام میں بہت حد تک کامیاب ہے" ۶۔

نمونے کے طور پر اُن کے آخری مجموعہ کلام اے عشق جنوں پیشہ سن اشاعت ۲۰۰۷ء کی غزلوں کے اشعار:

ان کی غزلوں میں عشق و محبت کے اظہار کا جو بے ساختہ پن ہے وہ کسی اور کے ہاں دکھائی نہیں دیتا۔ اُن کی غزل روایتی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اور جدت ندرت اور تازہ کاری نے اُنہیں غزل گوئی میں وہ منفرد مقام عطا کیا جو ساٹھ دھائیوں سے بھی زیادہ عرصے تک قائم رہا اور اب تک قائم ہے۔ حسن و عشق کا والہانہ اظہار بھی انہی غزلوں میں کیا اور ظلم اور جبر سے متاثرہ لوگوں کے احساسات کا اظہار بھی اپنے اشعار میں کیا۔ ان کی ابتدائی غزلوں پر احمد ندیم قاسمی، فیض اور فراق کا رنگ نظر آتا ہے لیکن آگے چل کر انہوں نے اپنا منفرد اسلوب اور فکر و فن اعلیٰ معیار اور انداز بنایا اُن کی غزلوں میں معاشرتی مسائل، اور انسانی الجھنوں کا اظہار ہے

اُن کے اشعار میں فکر و فن کی تازہ کاریاں ملتی ہیں مثلاً اُن کے یہ اشعار۔۔۔

مصنف ہو اگر تم تو کب انصاف کرو گے
مجرم ہیں اگر ہم تو سزا کیوں نہیں دیتے
رہزن ہو تو حاضر ہے متاعِ دل و جاں بھی
رہبر ہو تو منزل کا پتا کیوں نہیں دیتے

احمد فراز کا تعلق متوسط طبقے سے تھا انہوں نے زندگی کے مسائل کا سامنا کیا تھا اُن کی غزلوں میں بھی انسان کی محرومیاں، شکستیں اور ناکامیوں اور ظلم میں پسنے کا عکس نظر آتا ہے اور پوری زندگی کا احاطہ کیا ہوئے ہیں۔ ان کی طرزِ فکر اور بصارت نے ان کے شعروں میں فصاحتِ کلام کا بھی خیال رکھا گیا ہے ان کی شعریت قابلِ صد تحسین ہے۔

ان کی غزلوں میں حوصلہ اور اُمید چھلکتا ہے ان کے ہاں جذبہ حریت کا وقار ظلم و جبر کے خلاف نبرد آزما نظر آتا ہے کیونکہ ان کا تخلیقی سفر جمہوری انقلابیت کے سائے میں جاری و ساری رہا ان کی ترقی پسندی اور جدیدیت نے اشتراکیت کے بجائے جمہوری قدروں کے فروغ اور فوجی آمروں کے جبر کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ اُن کے اشعار میں جذبے کی شدت اپنے عروج پر نظر آتی ہے الفاظ کے چناؤ میں وہ اس قدر مہارت رکھتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مصرعے مجسمہ ساز کی طرح تراشے ہیں ان کے اشعار میں جو مزاحمتی اور انقلابی رویہ ہے وہ پاک سرزمین سے محبت کا جذبہ ہے اُن کے نزدیک وطن ایک ''محبوب'' کی طرح ہے وہ اُن منفی قوتوں کے خلاف اشعار کی صورت میں علم بغاوت بلند کرتے ہیں جو وطنِ عزیز پر جمہوری، انسانی، جمالیاتی، معاشرتی اور امن و آشتی کے منافی قوتوں کی صورت میں مسلط ہوتے ہیں ان کی غزلوں میں بھی وطن دشمن قوتوں کے خلاف ایک پُر اثر آواز ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حسن رضوی کو انٹرویو میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فراز کہتے ہیں۔

''صرف چند خبروں ہی سے نہیں چند کالموں سے بھی آگاہ ہوں میں جانتا ہوں کہ مجھ پر ملک دشمنی اور غیر محب وطن ہونے کے الزام لگائے گئے ہیں اگر میں غیر محب وطن ہوتا تو یوم پاکستان کی اس تقریب میں نظر نہ آتا جہاں تک پاکستان کے خلاف ہونے کی بات ہے تو تاریخ گواہ ہے ۶۵ کی جنگوں میں لکھے گئے میرے قومی نغمے اور ترانے شب خون کے نام سے شائع ہو چکے ہیں'' ۴

احمد فراز کے کلام میں رومانوی رنگ غالب ہے تاہم ان کی غزل میں نوکلاسیکی رنگ بھی نمایاں ہے۔ فیض احمد فیض کے برعکس ان کی غزلیں اردو اور فارسی کی خوشبو سے آراستہ ہیں۔ ان کی غزلیں سودا، میر، مصحفی، آتش اور مرزا غالب کے اسالیب کی پابند ہیں لیکن انہوں نے اساتذہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنا جداگانہ تشخص برقرار رکھا۔ احمد فراز نے اساتذہ کی زمینوں میں بھی کافی غزلیں کہی ہیں احمد فراز کے تیرویں شعری مجموعے "غزل بہانہ کروں" میں تہتر غزلیں شامل ہیں اور جس میں سے بیشتر اساتذہ کی زمینوں میں کہی گئی ہیں۔ جو خاصا مشکل کام ہے لیکن احمد فراز نے مرزا غالب اور میر جیسے بڑے شاعروں کی زمینوں میں بھی عمدہ غزلیں کہی ہیں اور اُن میں بہترین اشعار بھی نکالے ہیں لیکن انہوں نے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔ اس ضمن میں محبوب ظفر طراز ہیں:

"اساتذہ کی غزلوں پر غزل کہنا کوئی آسان بات نہیں لیکن فراز نے تو غالبؔ اور میرؔ جیسے شاعروں کی زمینوں میں بھی کمال شعر نکالے ہیں"

احمد فراز کو ان کی شاعری کے ابتدائی دور میں کبھی "ٹین ایجرز کا شاعر قرار دیا جاتا رہا کبھی لڑکیوں کا دل پسند شاعر۔ ان کی غزلوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کی شاعری ایک حد تک محبتوں کی شاعری بھی ہے ان کے اشعار میں رومان کے ختم ہوتے اور شروع ہونے کے سلسلے نظر آتے ہیں وہ اپنے رومان پرست مزاج کے بارے میں کہتے ہیں۔

"میں مانتا ہوں رومانس میری شخصیت کا ایک حصہ ہے اور میری شاعری میں اس کا غلبہ ہے لیکن زیادہ موضوعات ہیں۔ کہاں، کیا آپ مجھے محبت کے علاوہ کوئی موضوع بتا سکتے ہیں ہر شاعر عہدِ قدیم سے لے کر آج تک محبت کے موضوعات پر اپنے تجربات کی روشنی میں لکھ رہا ہے لیکن یہ موضوع پھر بھی نیا ہے" ۳

احمد فراز کی غزلوں میں جذبات کے اظہار کی شدت کے ساتھ ساتھ تازگی اور ندرت بیان بھی ہے اُن کی غزلوں میں عشق کا الاؤ دھکتا ہوا نظر آتا ہے اور بعض اُوقات بہتی ہوئی ندی کا اضطراب دکھائی دیتا ہے انہوں نے مترنم بحروں میں شاہکار غزلیں کہی ہیں۔ ان کی ایک شاہکار غزل اُن کے مجموعہ کلام خوابِ گل پریشاں ہے کی پہلی غزل جس کا مطلع ہے؛

سنا ہے لوگ اُسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں

سو اُس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں

(اس غزل کے ۲۲ شعر ہیں)

اردو کی بہترین غزلوں میں شمار کی جاتی ہے یہ غزل احمد فراز کو خود بھی بے حس پسند تھی۔ فراز کی غزلوں میں موسیقیت اور ترنم اور روانی ہر جگہ موجود ہے۔ ان کی غزلیں برصغیر پاک وہند کے مشہور اور بڑے گلوکاروں نے گائی ہیں اور اُن کی شہرت میں اضافے کا سبب بھی بنی ہیں۔

# احمد فراز کی غزلیہ شاعری کا فنی و تحقیقی مطالعہ

(سیدہ زیب النساء)

خلاصہ

اس مضمون میں احمد فراز کی غزلیہ شاعری یعنی غزلوں کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ احمد فراز بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ ان کی غزلوں میں نو کلاسیکی اور رومانوی رنگ نمایاں ہے۔ ان کی غزلوں کے تجزیاتی اور فنی مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے پہلے مجموعہ کلام "تنہا تنہا" لے کر آخری مجموعہ کلام" اے عشق جنون پیشہ " میں تمکنت اور دلنشینی یکساں ہے ان کی غزلیں فارسی اور اردو کی خشبو سے آراستہ ہیں۔ ان کی غزلیں اپنے اندر ہر حضومیت کا بحر بیکر اں لیے ہوئے ہیں۔ اردو غزل کو انہوں نے نہایت عمدہ اشعار دیئے۔ اردو زبان اس بات پر فخر کر سکتی ہے کہ اُسے فراز جیسا منفرد غزلیں کہنے والا شاعر ملا۔

اردو شاعری ہماری تہذیبی روایات کا حصہ ہے۔ اردو شاعری اپنی پیدائش سے لے کر موجودہ دور تک مختلف ادوار سے گزری ہے اردو غزل کا بیج ولی دکن نے بویا تھا اور بعد میں آنے والے شعراء اس پودے کی آبیاری کرتے رہے۔ اردو ادب میں غزل محبوب ترین صنفِ سخن ہے۔ غزل گوئی قدیم اور جدید شعراء کا مشغلہ رہا ہے چنانچہ آج تک اردو شاعری کی تاریخ میں جتنے بھی شعراء گزرے ہیں انہوں نے اس صنفِ سخن میں ضرور طبع آزمائی کی ہے۔ غزل بنیادی طور پر جس قسم کے خیالات و جذبات نظریات و تاثرات کے بیان کا وسیلہ ہے اس کا تعلق خیال کی رعنائی موضوع کی خوبصورتی اور بیان کی دلکشی اور وجاہت سے ہے۔ غزل بنیادی طور پر نازک خیالی بلند پروازی ندرت بیانی جدت طرازی معانی آفرینی اور لطافت انگیزی کا تقاضہ کرتی ہے۔ ایک بہترین اور معیاری غزل وہی ہو گی۔ جس میں یہ جملہ خوبیاں موجود ہوں گی چنانچہ دیکھا جائے تو اردو غزل نے بدلتے ہوئے تہذیبی دائروں میں جمالیاتی اظہار کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھا ہے۔

ہم احمد فراز کی غزل سنتے یا پڑھتے ہیں تو بلا مبالغہ اُن کی غزل بیان کردہ معیار پر پوری اُترتی ہے غزل فراز کی شناخت کا بنیادی حوالہ ہے۔ غزل کی روایت فراز کے ہاں متحرک اور رواں دواں چشمے کی مانند ہے ان کی غزل کا چہرہ ہمیشہ شاداب اور تروتازہ دکھائی دیتا ہے اُن کی غزلیں جذباتی تہذیب فکری ترفع اور فنی تکمیل کی عکاس ہیں۔ ان کی غزلوں میں جہاں روایتی تغزل ہے وہاں اخلاقی پہلو بھی ہیں۔ غزلوں کی زبان عام فہم اور سادہ ہے بیان میں روانی اور سلاست ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی غزلوں میں مضمون کی حد بندی نہیں بلکہ عالم انسانیت ان کے احاطہ فکر میں ہے وہ اپنی غزلوں میں حرکت اور توانائی لیے ہوئے ہیں۔ اردو زبان اس بات پر فخر کر سکتی ہے کہ اُسے فراز جیسا شاعر ملا۔ انہوں نے اردو کی شعری روایت کو سلیقے اور خلوص دل سے آگے بڑھایا اردو غزل کو احمد فراز نے نہایت عمدہ شعر دیئے ہیں۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر احمد فراز کی غزل کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"فراز کی شاعری غمِ دوراں اور غمِ جاناں کا ایک حسین سنگم ہے ان کی غزلیں اس تمام کرب والم کی غمازی کرتی ہیں جس سے ایک حساس اور رومانٹک شاعر کو دوچار ہونا پڑتا ہے" ۱